۷۶واں باب

ابو طالب کے آخری ایام

سُوْرَۃُ صٓ

۴۱۸ سرداران قریش ابو طالب کے گھر سے ہمیشہ کے لیے مایوس نکل رہے ہیں
۴۱۹ کیا ابو طالب کی موت سے قبل قریش کی محمد [ﷺ] سے صلح ممکن ہے؟
۴۱۹ مراسم عبودیت کی آزادی اور بقائے باہمی کی پیش کش
۴۱۹ کفار کی پیش کش کے جواب میں نبی ﷺ کی جانب سے پیش کش
۴۲۱ قرآن میں بیان کیے گئے قریش کے ابہامات کا نکتہ وار تجزیہ
۴۲۳ آئمۃ الکفر جان لیں جلد وہ محمد ﷺ کے آگے ڈھیر ہونے والے ہیں
۴۲۳ پندرہ جلیل القدر انبیاء [یا اُن کے مخاطبین] کا تذکرہ
۴۲۴ [۱-۶] قومِ نوح، عاد، آلِ فرعون، ثمود، قوم لوط اور ایکہ والے
۴۲۴ [۷] داؤد علیہ السلام
۴۲۶ [۸] داؤدؑ کے بیٹے سلیمان علیہ السلام
۴۲۷ [۹] ایوب علیہ السلام
۴۲۷ [۱۰-۱۵] ابراہیمؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ، اسماعیلؑ، الیسعؑ اور ذوالکفلؑ کا ذکر
۴۲۸ نبیوں کے مقابل سرکشوں کا انجام
۴۲۸ نافرمان و نامراد لیڈرانِ گرامی
۴۲۸ منکرین کے پیچھے عوام کا بہکا ہوا لشکر
۴۲۹ جہنم میں شرک و جاہلیت کے مارے لیڈروں اور عوام کے درمیان مکالمہ
۴۲۹ جہنم میں اُن کی تلاش ہے جن کا مذاق اُڑایا گیا تھا
۴۳۱ خلاصہ کلام

۷۶واں باب

ابو طالب کے آخری ایام

سُوْرَۃُ صٓ

سرداران قریش ابو طالب کے گھر سے ہمیشہ کے لیے مایوس نکل رہے ہیں

سرداران قریش منہ لٹکائے اور بڑبڑاتے ہوئے، بنو ہاشم کے سردار ابو طالب کے گھر سے نکل رہے ہیں، کفر نے مقاطعہ کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کے گرد گھیرا تنگ کرنا چاہا تھا، گھیرا اللہ نے قریش کے گرد تنگ کر دیا ہے، نبی ﷺ اُس دن نہ گھبرائے اور نہ ڈرے تھے جس دن ابو جہل نے اعلان کر کے آپؐ کو سجدے کی حالت میں ایک بڑے پتھر سے کچلنے کا اعلان کیا تھا، آج اِن سے کیا ڈرنا تھا، تفصیلات قرآن کی زبانی سنیے۔

۔جبریلِ علیہ السلام سُوْرَۃُ صٓ لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے ہیں:

۸۲: سُوْرَۃُ صٓ [۳۸ —۲۳:وما لی]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ص، قسم ہے غفلت سے چونکا دینے والے قرآن کی! اِن انکار کرنے والوں کے پاس سوائے استکبار اور ضد کے، انکار و مخالفت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔اِن سے پہلے ہم نے کتنی ہی ایسی قوموں کو ہلاک کیا تو انھوں نے چیخ پکار مچائی، مگر وہ وقت بچنے کا نہیں ہوتا۔.. مفہوم آیت ۱ تا ۳

اِن لوگوں [سرداران قریشِ مکہ] کو اس بات پر بڑا تعجّب ہوا کہ ایک ڈرانے والا رسول خود انھی کی قوم میں سے آگیا۔ منکرین کہنے لگے: .... مفہوم آیت ۴

[منکرین کے اقوال اگلی آیات ۵تا۸ میں ملاحظہ فرمایئے گا]

نبوت کے چوتھے سال کے آغاز سے جب رسول اللہ ﷺ نے کوہِ صفا پر، حرم میں، گلیوں اور بازاروں میں ایک مہم کی شکل میں لوگوں کو اُن کے آبائی دین و مذہب سے منحرف ہو کر دعوتِ توحید کو قبول کرنے کی ترغیب دینی شروع کی اور بستی میں لوگوں کے ایمان لانے کا چرچا ہونے لگا۔اس وقت سرداران قریش یکے بعد دیگرے کئی مرتبہ وفد لے کر ابو طالب کے پاس پہنچے تھے تاکہ وہ محمد [ﷺ] کو اس نئے دین کی اشاعت سے باز رکھیں، لیکن تمام ہی گفتگوئیں بے نتیجہ رہیں۔

کیاابو طالب کی موت سے قبل قریش کی محمد [ﷺ] سے صلح ممکن ہے؟

محدثین و مؤرخین [امام احمد، نسائی، ترمذی، ابن جریر، ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم اور محمد بن اسحاق] وغیرہ نے جو واقعات رپورٹ کیے ہیں ان کا لُبِّ لباب یہ ہے کہ جب ابو طالب، پیرانہ سالی کے باوجود شعبِ ابی طالب کے مقاطعہ کی سختیوں کو استقامت کے ساتھ صبر و وفا سے جھیل گئے تو واپس اپنے گھروں میں آنے کے کچھ عرصے بعد بیمار پڑ گئے، اور قریش نے جانا کہ اب یہ نہ بچ سکیں گے [یہ زمانہ ہے سن ۱۰ نبوی کے اوائل کا] تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ چل کر سردارِ قبیلہ سے بات کرنی چاہیے کہ وہ ہمارا اور اپنے بھتیجے کا جھگڑا اپنی زندگی ہی میں طے کرادیں تو بہتر ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کو موت آجائے اور ان کے بعد ہم محمد (ﷺ) کو سختی سے سیدھا کرنا چاہیں تو لوگ ہمیں طعنے دیں کہ جب تک شیخ زندہ تھا، یہ لوگ دُبکے رہے، اب وہ مر گیا تو اِن بزدل لوگوں نے اس کے بھتیجے پر ہاتھ ڈالا ہے! ۔ اس کام پر سب کا اتفاق ہو گیا اور تقریباً ۲۵ سردارانِ قریش، جن میں ابو جہل، امیہ بن خلف، عاص بن وائل، اسود بن المطّلب، عقبہ بن ابی معیط، عتبہ، شیبہ اور ابو سفیان وغیرہ شامل تھے، ابو طالب کے پاس پہنچے۔ ان لوگوں نے پہلے تو حسب معمول نبی ﷺ کے خلاف اپنی شکایات بیان کیں، پھر کہا ہم آپ کے سامنے ایک انصاف کی بات پیش کرنے آئے ہیں۔

مراسم عبودیت کی آزادی اور بقائے باہمی کی پیش کش

قریش نے کہا کہ آپ کا بھتیجا ہمیں ہمارے دین پر چھوڑ دے اور ہم اُسے اس کے دین پر چھوڑے دیتے ہیں۔ وہ جس معبود کی عبادت کرنا چاہے کرے، ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں، مگر وہ ہمارے معبودوں کی مذمت نہ کرے اور اس دُھن میں نہ رہے کہ بستی کے لوگ اپنے معبودوں کو چھوڑ کر اس کے معبود کو مان لیں، بس اسی آسان اور انصاف کی شرط پر آپ ہم سے اس کی صلح کرادیں۔

ابو طالب نے نبی ﷺ کو بلایا اور آپؐ سے کہا کہ بھتیجے، یہ تمھاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ تم ایک منصفانہ بات پر ان سے اتفاق کر لو تا کہ تمھارا اور ان کا جھگڑا ختم ہو جائے۔ پھر اُنھوں نے وہ بات نبی ﷺ کو بتائی جو قوم کے بڑوں نے اُن سے کہی تھی۔

کفار کی پیش کش کے جواب میں نبی ﷺ کی جانب سے پیش کش

نبی ﷺ نے جواب میں فرمایا، چچا جان، میں تو ان کے سامنے ایک ایسی بات رکھتا ہوں جو بہتر ہے، پھر

سرداران قریش سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر تم میری ایک بات کا اقرار کر لو تو عرب و عجم کی قیادت و بادشاہت تمھاری ہو گی۔ اب بتاؤ کہ یہ زیادہ بہتر بات ہے یا وہ جسے تم انصاف کی بات کہہ کر میرے سامنے پیش کر رہے ہو؟ تمھاری بھلائی اس بات کو مان لینے میں ہے یا اس میں کہ جس حالت میں تم پڑے ہو، تم کو اس میں پڑا رہنے دوں اور بس تنہا اپنی جگہ اپنے معبود کی عبادت کرتا رہوں؟

یہ سن کر اِن منکرین کو کچھ حیرانی اور پریشانی ہوئی، ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آخر کیا کہہ کر ایسی ایک بات قبول کرنے سے انکار کر دیں کہ جس سے عرب و عجم کی قیادت و بادشاہت ملتی ہو، سنبھل کر بولے، تم ایک بات کا اقرار چاہتے ہو، ہم [عرب و عجم کی بادشاہت کی تمنا میں] دس باتوں کے اقرار کو تیار ہیں، مگر یہ تو بتاؤ کہ وہ کیا بیان ہے جو ہمیں دینا ہے؟

آپؐ نے وہی ایک بات فرمائی جو گزشتہ کم و بیش دس سال سے کہتے چلے آئے تھے، فرمایا کہو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ اور فلاح پا جاؤ گے۔ اس پر وہ سب سردارانِ قریش یک بارگی اٹھ کھڑے ہوگئے اور کچھ باتیں کہتے ہوئے بنو ہاشم کے سردار ابو طالب کے گھر سے نکل گئے، جن کا قرآن یوں تذکرہ کرتا ہے::

یہ جادو گر ہے اور سخت جھوٹا بھی ہے

کیا اِس نے سارے معبودوں [ارباب من دون اللہ] کی جگہ بس ایک اللہ ہی کو اپنا رب مان لیا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہوئی۔

اور لیڈرانِ قوم یہ کہتے ہوئے [ابو طالب کے گھر سے] نِکل گئے کہ چھوڑو انھیں اور اپنے معبُودوں کی پوجا پاٹ پر جماؤ دکھاؤ۔

یہ [تبلیغ اور نبوت کی] بات تو کسی اور ہی مطّلب براری کے لیے ہے۔

یہ بات ہم نے قریبی گزرے لوگوں میں کسی سے سُنی نہیں۔

یہ کچھ [عرب و عجم کی بادشاہی ملنے والی] نہیں ہے، محض ایک من گھڑت بات۔

کیا ہمارے درمیان بس یہی تھا جس کو نبوت ملتی اور جس پر ذکر نازل ہوتا

بات یہ ہے کہ یہ لوگ اس ذِکر کے سچ ہونے پر ہی شک کر رہے ہیں بلکہ یہ ساری باتیں اس لیے کر رہے ہیں کہ انھوں نے میرے عذاب کا مزا چکھّا ہی نہیں ہے۔ .... مفہوم آیات ۵تا۸

منکرین کی جن باتوں کا قرآن نے ذکر کیا ہے، [اور قرآن سے زیادہ صحیح بات ہمیں کہاں سے مل سکتی

ہے]اُن باتوں کے پیچھے کارفرما ذہنی پسِ منظر کا تجزیہ ضروری ہے۔

قرآن میں بیان کیے گئے قریش کے ابہامات کا نکتہ وار تجزیہ

- **جادوگر ہے:** وہ اسے جادوگر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ دلیل اور حسنِ اخلاق سے لوگوں کے دلوں میں گھر کر رہا ہے اور جو اِس کی بات کو قبول کر لیتا ہے وہ اس کی خاطر ہر آزمایش کو قبول کرنے کے لیے تیار رہتا ہے، ایسا لگتا ہے کہ اِس [محمد ﷺ] نے اُس کے دل و دماغ کو جادو کے زور سے اپنے تسلط میں لے لیا ہے۔

- **سخت جھوٹا ہے:** نبی ﷺ کو وہ خود صادق وامین جانتے ہیں اور کل تک یہی بات کہتے تھے، آج وہ جھوٹا اس لیے کہہ رہے ہیں کہ جو بات فرشتے کے آنے کی اور پیغامِ الٰہی کے لانے کی کر رہا ہے اُس پر وہ یقین نہیں کرنا چاہتے، پس اُن کی ناپسند بات اُن کے نزدیک جھوٹ ہی ہے چاہے اُس کے جھوٹ ہونے کی اُن کے پاس کوئی دلیل نہ ہو۔

- **عجیب بات ہے:** ظاہر ہے کہ ایسی بات عجیب ہی ہونی چاہیے جو بیٹھے بٹھائے، جمے جمائے نظام میں ایک شخص نے اُٹھا دی ہے جس سے پورا نظام زمیں بوس ہوتا نظر آ رہا ہے، وہ نظام جو اُن کی بڑائی کا ضامن ہے۔

- **معبودوں پر جماؤ:** دلیل سے مقابلہ نہیں ہو پا رہا ہے، اخلاقی حیثیت بھی کم زور ہے! کیا کیا جائے؟ کسی لالچ سے بھی اُسے [محمد ﷺ کو] اپنے موقف اور مشن سے نہیں ہٹایا جا سکا ہے۔ صلح کی ساری پیش کشیں وہ ٹھکرا چکا ہے، اِس کے سوا چارہ کیا ہے کہ اپنے معبودوں پر جماؤ دکھائیں، یہ جھوٹے داتا دست گیر خود تو کچھ کر نہیں سکتے منکرین ہی کو انھیں سہارا لگانا ہوگا۔

- **منکرین کی نظر میں دعویٰ نبوت کے پیچھے دیگر مقاصد:** منکرین کو معلوم تھا کہ یہ اُن کے اور باپ دادا کے گھڑے ہوئے جعلی معبود، اِن کے مقاصد پورے کرتے ہیں، اِن کی پوجا پاٹ سے نذرانے آتے ہیں، مال بھی بنتا ہے اور اِن کی چودھراہٹ پورے حجاز پر بھی قائم ہے۔ اِن نادانوں کا خیال ہے کہ اب جب محمد [ﷺ] ایک نیا دین پیش کر رہا ہے تو یقیناً اُس کے نفاذ سے مال بھی بنے گا اور اُس کا اقتدار بھی ہو جائے گا۔ جیسے خود بد دیانت

تھے، وہی دوسروں کے بارے میں سوچتے تھے۔ کیااُن کے سامنے بے داغ صداقت وامانت والی زندگی نہیں تھی؟

- **ماضی قریب میں ایسی توحید کسی سے نہیں سنی:** یہ بات منکرین بڑے معصوم بن کر کہنے کو کہتے تو ہیں مگر جھوٹے ہیں، زمانہ قریب میں حنفاء جیسے زید اور ورقہ بن نوفل، اِن معبودوں کی بے حقیقتی پر اعلانیہ باتیں کر چکے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ کسی ایسے شخص سے ماضی قریب میں اِن کا پالا نہیں پڑا جس نے معبودوں کے ساتھ اِن کے دین [نظام زندگی] کو بھی چیلنج کیا ہو، جہاں سینکڑوں معبود پوجے جاتے تھے وہاں ایک اور کو قبول کرنا اِن کے نزدیک کیا بُرا تھا؟ اصل قابلِ اعتراض بات جو وہ محمد ﷺ کی دعوت میں دیکھتے وہ آپ ﷺ کو خالقِ کائنات کے ایک نُمایندے کی حیثیت سے تسلیم کرنے کے ساتھ توحید کی اساس پر ایک دین میں داخل ہونے کی دعوت تھی۔ یہ بات ماضی قریب میں اُنھیں نہیں سنائی دی تھی۔

- **عرب و عجم کی قیادت:** منکرین کا یہ کہنا کہ محمد [ﷺ] کی جانب سے ہمیں جو عرب و عجم کی قیادت و بادشاہی کی نوید سُنائی جا رہی ہے، بس کہنے کی باتیں ہیں، منکرین کی یہ بات بالکل جھوٹ ہے وہ اس بات کا کامل یقین رکھتے تھے کہ ایسا ہی ہو گا، عتبہ بن ربیعہ سارے سرداروں کے سامنے ایسے ہی خیالات کا اظہار کر چکا تھا۔ اصل معاملہ یہ تھا کہ یہ سارے کرپٹ لوگ تھے، وہ جانتے تھے کہ جب محمد [ﷺ] کا نظام کھڑا ہو گا تو اُس میں آگے آنے والے تو محمد [ﷺ] کے وہ جاں نثار ہوں گے جو گزشتہ دس سال سے اُس کو تسلیم کرنے میں سبقت لے جا چکے ہیں اور دوسرے یہ کہ اُس کی بات قبول کرنے میں نفس کی بندگی ترک کرنی پڑے گی، وہ بہت ذہین اور تیز لوگ تھے، اپنے جھوٹے خداؤں کو تو لات مار سکتے تھے لیکن اپنے نفس کو لات مارنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، وہ انھیں بہت عزیز تھا۔

- **کیا نبوت کے قابل بس یہی ایک تھا:** اب آخری بات جو ابوطالب کی محفل سے اُٹھتے

اور بڑبڑاتے ہوئے کسی سردار کے منہ سے نکلی، وہ یہ تھی کہ پورے مکہ میں اتنے سردار تھے اتنے عزت والے اور اتنے مال دار، بس اللہ کو نعوذ باللہ، یہی ایک شخص ملا جو نہ سردار تھا اور نہ ہی صاحبِ مال!..............

اِن سرداروں سے سوال ہے کہ کیا اللہ نے بے حقیقت حقیر قطروں کو رحمِ مادر میں ایک بھرپور انسان بناتے وقت تم سے پوچھا تھا اور تمھاری سرداری سے مرعوب ہوا تھا؟ یا تم ماں کے پیٹ سے یہ مال لے کر نکلے تھے جس کو پا کر تم مال دار بن گئے۔ منکرین کے اس اعتراض کا جواب یہی ہے کہ وہ جس طرح تم کو عطا کرنے میں آزاد ہے اُسی طرح محمد ﷺ کو نبوت دینے میں بھی آزاد ہے۔اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے۔

آئمۃ الکفر جان لیں جلد وہ محمد ﷺ کے آگے ڈھیر ہونے والے ہیں

اگلی آیات میں آخری اعتراض کے جواب کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان منکرین کو صاف صاف بتادیا ہے کہ جس شخص کا تم آج مذاق اڑا رہے ہو اور جس کی رہ نمائی قبول کرنے میں تمھارا تکبر حائل ہے، بہت جلد وہی غالب آجائے گا اور وہ وقت دور نہیں ہے جب اسی بستی میں، جہاں تم اس کو رُسوا کرنے اور چُپ کرانے کے لیے اپنی سرداری اور مال داری کے طعنے دے رہے ہو، سُنو! تمھاری سرداری اور مال داری اِسی جگہ ڈھیر ہونے والی ہے!

تیرا رب جو زبردست بھی ہے اور بے پایاں عطاو بخشش والا بھی، کیا اُس کی رحمت کے سارے خزانے اِن کے پاس ہیں [کہ وہ ان سے پوچھے بغیر کسی کو نبوت نہیں عطا کر سکتا!]۔ کیا آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کی بادشاہی اِن کی ہے؟ اگر ایسا ہے تو وہ آسمانوں کے اندر چڑھ جائیں! [اِن کی حیثیت کیا ہے] یہ [سردارانِ قریش] تو لشکروں میں سے [شیطان کا] ایک چھوٹا سا لشکر ہے جو اِسی جگہ ڈھیر ہونے والا ہے۔ .... مفہوم آیات ۹ تا ۱۱

پندرہ جلیل القدر انبیاء [یا اُن کے مخاطبین] کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ پے در پے پندرہ [۱۵] پیغمبروں کا براہِ راست یا اُن کے مخاطبین کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں، جن میں داؤد علیہ السلام اور اُن کے بیٹے سلیمان علیہ السلام کے چند واقعات تفصیل سے ہیں، ان تذکروں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بہت وضاحت سے گوش گزار کی ہے کہ اس کے عدل و انصاف کے ضابطے بالکل بے لاگ ہیں، اس کے ہاں سارے انسانوں کی جانب سے صرف اور صرف صحیح رویہ ہی مقبول ہے، غلطی کا صدور اگر نبیوں سے بھی ہو جائے تو وہ اُس پر گرفت کرتا ہے، اور اس کے ہاں وہی لوگ پسندیدہ ہیں جو لغزش پر اصرار نہ کریں بلکہ توجہ

دلاتے ہی توبہ کرلیں اور دنیا میں ہر لمحے قیامت کے روزِ حساب کو یاد رکھتے ہوئے زندگی بسر کریں۔

[۱-۶] قومِ نوح، عاد، آلِ فرعون، ثمود، قومِ لوط اور ایکہ والے

ان [اہلِ مکہ] سے قبل قومِ نوح، عاد اور بڑے لشکروں والے فرعون نے ہمارے رسولوں کو جھٹلایا۔ اور ثمود، قومِ لوط اور ایکہ والوں نے بھی۔ تاریخِ انسانی کے یہ وہ گروہ ہیں جن میں سے ہر ایک نے رسُولوں کو جھُٹلایا اور نتیجتاً میری سزا کا فیصلہ اُن پر چسپاں ہو کر رہا۔ یہ لوگ [اہلِ مکہ] بھی بس ایک دھماکے کے منتظر ہیں جس کے بعد کوئی دوسرا دھماکا نہ ہو گا[۲۵۲] اور یہ کہتے ہیں کہ اے رب! ہمارا حساب روزِ حساب سے پہلے ہی چکا دے۔ اے نبیؐ! منکرین و مخالفین جو نازیبا باتیں[۲۵۳] تمھارے بارے میں بناتے ہیں اُن پر صبر کرو [رنجیدہ و مشتعل نہ ہو اور نہ ہی جواب دو] مفہوم آیات ۱۲ تا ۱۶

[۷] داؤد علیہ السلام

اور ان کے سامنے ہمارے زور و قوت والے بندے داؤدؑ کا قصہ بیان کرو۔ بے شک وہ اللہ کی طرف بڑا ہی رُجوع کرنے والا تھا۔ ہم نے پہاڑوں کو اس کا تابع کیا تھا کہ وہ صبح و شام اُس کے ساتھ تسبیح کریں۔ مزید جھُنڈ کے جھُنڈ پرندے بھی، سب اُس

---

۲۵۲ ایک دوسرا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے: جس کے بعد کوئی ڈھیل نہیں ہو گی۔

۲۵۳ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جو الزامات قریش کے سرداران لگا رہے تھے جیسا کہ پچھلی آیتوں میں اُن کا تذکرہ ہوا [اِنَّ ہٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ .... یہ بات (تبلیغ اور نبوت) تو کسی اور ہی مطلب براری کے لیے ہے]، اُن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ یہ ساری نبوت اور دعوت کچھ اور ہی مقاصد کے لیے ہے۔ کہنا یہ چاہتے تھے کہ اپنی بڑائی اور اقتدار و حکومت کی خاطر ہے۔ جیسا کہ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ پیش کش کی گئی کہ حکومت چاہیے تو سردار مان لیتے ہیں اور دولت چاہیے تو قدموں میں ڈھیر کر دیتے ہیں، اس دعوت اور نبوت کی بات کو ختم کریں۔ ماحول کے اس پسِ منظر میں، آنے والی آیات میں داؤدؑ کا قصہ بڑا بر محل ہے اس لیے کہ اوّلاً اُن پر بھی بے ہودہ الزامات لگائے گئے مگر اُنھوں نے صبر کا مظاہرہ کیا، ثانیاً یہ کہ وہ تو پہلے ہی سے اللہ کی عطا کردہ قوت، اختیارات اور وسیع سلطنت رکھتے تھے۔ اللہ اگر چاہے تو یہ چیزیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی عطا کی جا سکتی ہیں لیکن یہ مقصود نہیں ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تسلّی دی جا رہی ہے کہ آپ پر جو باتیں بنائی جا رہی ہیں، اُس سے کہیں بڑی اور بُری باتیں کسی اور نبی کے لیے بھی کہی گئی تھیں۔

کی تسبیح میں داوٗدؑ کے ساتھ مشغول ہو جاتے۔ ہم نے اس کو مضبوط حکومت عطا کی کہ اُسے حکمت و دانائی اور معاملات میں فیصلہ کن بات کہنے کی صلاحیت بخشی تھی۔ .... مفہوم آیات ۱۷ تا ۲۰

اے نبیؐ! کیا تمھیں اُن دو فریقوں کے بارے میں جو دیوار پھاند کر بالا خانے میں گھُس آئے تھے، کچھ معلوم ہوا ہے؟ سنو، جب وہ داوٗدؑ کے پاس پہنچے تو وہ انھیں دیکھ کر ڈر گیا [کہ وہ معمول کے خلاف راستے سے آئے تھے]۔ انھوں نے کہا ڈریں نہیں، ہم دو فریقِ مقدمہ ہیں جن میں سے ایک نے دُوسرے پر زیادتی کی ہے۔ آپ ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیجیے، بے انصافی نہ کیجیے اور ہمیں صحیح راستا بتائیے۔ .... مفہوم آیات ۲۱ تا ۲۲

یہ میرا بھائی [میری ہی قوم کا ساتھی] ہے، اِس کے پاس ننّانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک ہی دُنبی ہے۔ پس اِس نے مجھ سے کہا کہ یہ ایک دُنبی بھی میرے حوالے کر دے اور اس نے باتوں باتوں میں مجھے دبا لیا۔ داوٗدؑ نے جواب دیا کہ اِس نے تمھاری دنبی کو اپنی دنبیوں میں ملانے کا مطالبہ کر کے یقیناً تجھ پر زیادتی کی۔ اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ اکثر شُرکاء ایک دُوسرے پر زیادتیاں کر جاتے ہیں، بس وہی لوگ اس عیب سے بچ پاتے ہیں جو ایمان رکھتے اور عملِ صالح کرتے ہیں، اور ایسے لوگ کم ہی ہیں۔ اس جاری گفتگو میں ہی داوٗدؑ سمجھ گیا کہ یہ تو اللہ نے دراصل اُس کی فہمایش [۲۵۴] کی ہے، چناں چہ اس نے اپنے رب سے معافی مانگی، اُس کی جناب میں جھک گیا اور توبہ کر لی۔ [آیتِ سجدہ] پس ہم نے اس کا وہ قصُور معاف کیا اور یقیناً ہمارے ہاں اُس کے لیے خصوصی مقام اور اچھا انجام ہے۔ .... مفہوم آیات ۲۳ تا ۲۵

ہم نے اس سے کہا کہ اے داوٗدؑ، ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، پس تُو لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ حکومت کر اور خواہشِ نفس کی پیروی نہ کر کہ نفس کی اتباع تجھے اللہ کی راہ سے ہٹا دے گی۔ بلا شبہ جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں اُن کے لیے سخت سزا ہے کہ اُنھوں نے یوم الحساب کو بھُلائے رکھا۔ .... مفہوم آیت ۲۶

ہم نے آسمان اور زمین کو اور اس دنیا کو جو ان کے درمیان ہے، بے مقصد نہیں پیدا کیا ہے۔ یہ تو اُن لوگوں کا وہم ہے جنھوں نے [کائنات کے خالق اور آخرت کی جواب دہی کا] انکار کیا ہے، اور ایسے کافروں [سیکولر/دہریوں] کے لیے جہنّم کی آگ میں ہلاکت ہے۔ کیا انجامِ کار ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے عمل صالح کیے زمین میں فساد مچانے والوں کی طرح کر دیں گے، یا ہم متقیوں کا انجام فاجروں کی طرح بنا دیں گے؟ ہر گز نہیں! . . . . یہ ایک بڑی بابرکت کتاب ہے جو اے محمدؐ، ہم تمھاری طرف نازل کر رہے ہیں تا کہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور صاحبانِ عقل و فہم اس سے یاد دہانی حاصل کریں۔ .... مفہوم آیات ۲۷ تا ۲۹

---

۲۵۴ کسی رواں معاملے (current affair)، کو تمثیل میں پیش کیا ہے جس میں ایک فریق دوسرے پر زیادتی کا خیال کر رہا ہے

[۸] داؤد علیہ السلام کے بیٹے سلیمان علیہ السلام

اور داؤدؑ پر ہمارا مزید کرم یہ ہوا کہ اُس کو ہم نے سلیمانؑ جیسا بیٹا عطا کیا، سلیمانؑ بہترین بندہ تھا، کوئی شک نہیں کہ وہ کثرت سے اپنے رب کی طرف رُجوع کرنے والا تھا۔ [اللہ سے اور اُس کی خاطر جہاد سے اُس کی رغبت کا وہ واقعہ سُننے کے قابل ہے] کہ جب شام کے وقت اس کے سامنے اصیل اور عمدہ گھوڑے پیش کیے گئے تو اس نے کہا کہ میں نے اس مال [گھوڑوں] کی محبّت اپنے رب کی یاد کی [جہاد کی تیاری] وجہ سے اختیار کی ہے۔ پھر [گھوڑوں کو آزمایش کے لیے دوڑوایا] یہاں تک کہ جب وہ تیز رو گھوڑے نگاہ سے اوجھل ہوگئے [تو اس نے حکم دیا کہ] انھیں میرے پاس واپس لایا جائے۔ پھر [جہاد کے لیے اُن کی دوڑ کو قابلِ اعتماد پا کر] اُن کی پنڈلیوں اور گردنوں پر [پیار سے] ہاتھ پھیرنے لگا [کوئی شک نہیں کہ وہ کثرت سے اپنے رب کی طرف رُجوع کرنے والا تھا]۔............ مفہوم آیات ۳۰تا۳۳

اور دیکھو کہ سلیمانؑ کو بھی ہم نے [داؤد کی مانند] آزمایش میں ڈالا اور اس کی کرسی پر ایک جسد [تمثیل ہے ناخلف بیٹے کے لیے، جس کو وہ چاہتا تھا کہ اپنا جانشین بنائے] لا کر ڈال دیا[۲۵۵]۔ پھر اس نے [بیٹے کے لچھن دیکھ کر جانشینی کے بارے میں اپنی چاہت اور رائے سے رجوع کر کے] توبہ کی اور دعا کی کہ اے میرے رب، مجھے معاف کر دے اور مجھے وہ سلطنت بخش دے جو میرے بعد کسی کے لیے سزاوار نہ ہو، بے شک تُو ہی اصل داتا ہے[۲۵۶]۔ تب ہم نے ہوا کو اُس کے قابو میں کر

---

۲۵۵ یہ جسد کیا تھا؟ اس کا تعین قرآن مجید کے مشکل ترین مقامات میں سے ایک ہے، اس کی زیادہ کھوج اور کسی ایک تعین پر اصرار محض نادانی ہے۔ مؤلف کو جو بات زیادہ باوزن اور عصمتِ انبیاء سے قریب لگی وہ اوپر تحریر شدہ مفہوم سے عیاں ہے۔ جو لوگ اس کی مختلف تعبیرات کی تفصیلات کو جاننا چاہیں اُنھیں اِن آیات کی تفسیر کے لیے تفہیم القرآن، تدبر قرآن، فی ظلال القرآن اور معارف القرآن کی طرف رجوع کرنا سود مند ہو سکتا ہے، عقلِ سلیم اِن شاء اللہ صحیح بات کو پانے میں مدد کرے گی۔

۲۵۶ یہ سلیمان علیہ السلام کی دعا بھی ہے اور عقیدے کا اظہار بھی کہ: اِنَّکَ اَنْتَ الْوَہَّابُ یعنی بے شک تو ہی اصل 'داتا' ہے سارے نبیوں کا اور سارے اہلِ ایمان کا ہمیشہ یہی کہنا اور عقیدہ رہا ہے، اس کے مقابلے میں تمام مذاہب بدھ مت اور ہندو مت سے لے کر نصاریٰ اور یہود تک اور پھر مشرکینِ قریش سے لے کر آج کلمہ گو مسلمانوں تک تمام امتوں میں کچھ لوگوں، جن کو شیطان نے اپنا اسیر بنایا، انھوں نے انسانوں کو خدائی اور داتا کے منصب پر ضرور بٹھایا۔

دیاجواس کے حکم سے سازگاری کے ساتھ جدھر وہ چاہتا تھااُدھر ہی چلتی تھی اور شیاطین کو مسخّر [جنوں کو قابو] کر دیا، ہر طرح کے معماروں اور غوطہ خوروں اور دُوسرے جنوں کو جو پابندِ سلاسل [یوں پابندِ احکام کہ بھاگنے کے قابل نہ] تھے۔ ہم نے اُس سے کہا کہ یہ ہماری بخشش ہے، تجھے اختیار ہے جسے چاہے دے اور جس سے چاہے روک لے، کوئی روک ٹوک نہیں۔ اور یقیناً ہمارے ہاں اس کے لیے خصوصی مقام اور اچھا انجام ہے۔ .... مفہوم آیات ۳۴ تا ۴۰

[۹] ایوب علیہ السلام

اور ہمارے بندے ایّوبؑ کا ذکر کرو، جب اس نے اپنے رب سے فریاد کی کہ شیطان نے مجھے [بیماری میں بے صبری دکھانے کے وسوسوں سے] سخت دکھ اور عذاب میں ڈال دیا ہے۔ ہم نے اُسے حکم دیا کہ اپنا پاؤں زمین پر مار، [تعمیل ارشاد پر بحکمِ الٰہی چشمہ پھوٹ نکلا، ہم نے کہا] یہ ٹھنڈا پانی نہانے کے لیے ہے [کہ مرض فوراً دور ہو] اور پینے کے لیے بھی ہے۔ ہم نے اُسے اس کے اہل وعیال [جو اُس کی جلدی بیماری کے لگ جانے کے خوف سے دور تھے] واپس ملا دیے اور ان کے ساتھ اُتنے ہی اور [چاہنے والے اطراف میں جمع کر دیے] اپنی طرف سے رحمت کے طور پر، اور عقل و فکر رکھنے والوں کی یاددہانی کے لیے۔ اور ہم نے اس سے کہا کہ [سو کوڑوں کی مار کے بے جا زیادتی کے خوف سے] قسم نہ توڑ بلکہ تِنکوں کا ایک مُٹّھا لے اور اُس سے مار لے۔ ہم نے اُسے صابر پایا، بہترین بندہ، اپنے رب کی طرف بہت استغفار اور ذکر کرنے والا۔ ...

.... مفہوم آیات ۴۱ تا ۴۴

[۱۰-۱۵] ابراہیمؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ، اسماعیلؑ، اَلیَسَعؑ اور ذوالکِفلؑ کا ذکر

اور ہمارے بندوں، ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ کا ذکر کرو۔ بڑی ہی قوّتِ عمل اور بصیرت والے لوگ تھے۔ ہم نے اُن کو آخرت کے گھر کی یاد میں اخلاص کے ساتھ منہمک رہنے کی بنا پر خاص [خاصانِ خاص] کیا تھا۔ یقیناً ہمارے ہاں ان کا شمار چُنیدہ ترین اخیار وابرار [نیک اور صالح اشخاص] میں ہے۔ اور اسماعیلؑ اور اَلیَسَع اور ذوالکِفل کا ذکر کرو، ان میں سے ہر ایک نیک لوگوں میں سے ہے۔ .... مفہوم آیات ۴۵ تا ۴۸

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے پندرہ برگزیدہ نبیوں یااُن کی امتوں کے تذکرے کے بعد، تاریخِ انسانی کے اس جائزے کا حاصل یہ پیش فرمارہے ہیں کہ آخری کام یابی و کامرانی صرف اور صرف متقیوں کے لیے یعنی اللہ سے ڈر کر زندگی گزارنے والوں کے لیے ہوگی جو آخرت میں، حساب کتاب کے بعد نیکوکاروں کے لیے تیار کی گئی جنتوں میں ٹھہرائے جائیں گے۔

یہ ایک ذکر تھا۔اب سُنو کہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے یقیناً بہترین ٹھکانا ہے۔ ہمیشگی والے باغ، جن کے دروازے اُن کے لیے کھولے گئے ہوں گے،اُن باغوں میں وہ بے فکری سے تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، طرح طرح کے ایک سے ایک میوے اور مشرُوبات طلب کریں گے،اوران کے پاس شرمیلی ہم سن بیویاں ہوں گی۔یہ وہ چیزیں ہیں جنھیں یوم الحساب تمھیں عطا کیے جانے کا وعدہ کیا جارہا ہے۔یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔......... مفہوم آیات ۴۹تا۵۴

نبیوں کے مقابل سرکشوں کا انجام

اگلی آیات میں اُن سرکش بندوں کے انجام کا تذکرہ ہے جنھوں نے نبیوں کی بات نہ مانی اور وحی کی پیروی سے انکار کیا۔ اُن کے اُس دردناک انجام کا نقشہ کھینچا گیا ہے جو آخرت میں پیش آنا ہے۔

یہ توہے اللہ سے ڈرنے والے پرہیزگاروں کا انجام۔اور سرکش طاغی باغی لوگوں کے لیے تو بدترین ٹھکانا ہے ...... جہنّم..... جس میں وہ پہنچیں گے، پس کیا ہی یہ بُری جگہ ہے اُن کے لیے ! پس وہ مزا چکھیں کھولتے ہوئے(super heated)پانی کا ، پیپ کا اور لہو کا اور اسی طرح کی نوع بہ نوع ملتی جلتی تے آور کڑوی کسیلی چیزوں کا۔ .... مفہوم آیات ۵۵تا۵۸

نافرمان و نامُراد لیڈرانِ گرامی

بہکانے والے لیڈر اور بہکنے والے عوام دونوں برابر کے مجرم ہیں: یہ نافرمان و نامُراد دو طرح کے ہیں، پہلے وہ جو سردارانِ قریش کی طرح تاریخ کے ہر دور میں انسانی معاشروں میں قیادت کے منصب پر فائز رہے، یہ صاحبان اقتدار، سرمایہ و جبہ دستار ہیں۔دوسرے **عوام کالانعام**[مویشیوں کی مانند اگلوں کے پیچھے چلنے والے] ہیں، جن کے سر قائدین کے آگے جھکتے رہے ہیں۔آج بھی باطل کے لشکر میں کسی دین باز یا سیاست باز کے پیچھے چلنے والے لاکھوں ہیں اور کسی کے پاس ہزاروں کا لشکر ہے اور کوئی دسیوں پر ہی قناعت کیے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی عمارت میں اپنے ملازموں یا مریدوں پر خدائی کر رہا ہے۔افواجِ باطل کے قائدین کو،اِن سرکش نافرمان و نامُرادوں کو پہلے جہنم میں جھونکا جائے گا۔آج جن سرداروں،لیڈروں اور پیشواؤں کے پیچھے جاہل لوگ اندھے بن کر ضلالت کی راہ پر چلے جارہے ہیں، کل وہ جہنم میں اپنے جاہل پیروکاروں سے پہلے پہنچے ہوئے ہوں گے۔

منکرین کے پیچھے عوام کا بہکا ہوا لشکر

دوسری طرح کے بدنصیب جہنم میں جانے والے وہ ہیں جو آنکھیں بند کر کے اِن سرداروں، لیڈروں اور

پیشواؤں کے پیچھے چلنے والے تھے۔اس بیانِ حقیقت سے قریش کے سرداروں کو بھی ڈرایا جارہا ہے جو نبی ﷺ کی مخالفت میں آگے آگے تھے اور اُن کے پیچھے چلنے والی خاموش عوام کی بھیڑ کو بھی جس نے حق کو سمجھنے کے لیے دل، دماغ، آنکھیں اور کان سب ہی کو بند کیا ہوا تھا، نہ اُنھیں اصلاح کے علَم بردار کی بات سمجھنے کی فرصت تھی، اور نہ ہی اپنے لیڈروں کی فاسقانہ زندگی اور لیڈری کے مزے میں اُن کی بدمستیوں کی طرف دیکھنے کی۔

جہنم میں شرک وجاہلیت کے مارے لیڈروں اور عوام کے درمیان مکالمہ

جب اِن بدنصیبوں کے لشکر جہنم میں جھونکے جانے کے لیے لائے جائیں گے تو پہلے سے موجود اُن کے سربراہان بجائے اس کے کہ اُنھیں خوش آمدید کہیں یا کم از کم اس دکھ کا اظہار کریں کہ وہ بھی اب جہنم کی مصیبت میں اُن کی طرح مبتلا ہوں گے، وہ اِن کا استقبال لعنت و ملامت سے کریں گے [اور وہ اس میں حق بجانب ہوں گے کہ اگر یہ کم بخت لوگ اِن کی پیشوائی اور امارت کا تخت اپنے سروں پر نہ اُٹھاتے تو شاید اُنھیں اپنی حقیقت معلوم ہوتی، وہ مصلحین کی بات مان لیتے اور اُن کی آنکھوں پر سے وہ پردہ اُٹھ جاتا جو اِن عقیدت مندوں اور اطاعت گزاروں کی عقیدت اور اطاعت نے ڈالا تھا، یوں دونوں ہی مجرم تھے، دونوں ہی گروہوں نے ایک دوسرے کو گم راہ کیا تھا] اور جواب میں 'مریدانِ باصفا' بھی ویسی ہی لعنت ملامت کریں گے اور دونوں گروہ ایک دوسر کے لیے دُگنے عذاب کا مطالبہ کریں گے۔

> جہنم میں جلتے بھنتے منکرین کے لیڈران جب دور سے جہنّم کی طرف اپنے متبعین کو آتے دیکھیں گے تو آپس میں کہیں گے کہ یہ ایک بھیڑ تمھارے پاس جہنم میں پڑنے کے لیے چلی آرہی ہے، کوئی خیر مقدم نہیں ہے، یہ تو آگ میں جھُلسنے والے ہیں۔ آنے والے اُن کو جواب دیں گے نہیں بلکہ تم ہی جھُلسے جارہے ہو، تمھیں بھی کوئی خیر مقدم نہیں۔ تم ہی نے تو یہ انجام بد ہمیں دکھایا ہے، یہ کیسی بُری جگہ ہے۔ پھر وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! جس نے ہمیں اس انجام کو پہنچایا ہے اُس کو دوزخ کا دُہرا عذاب دے۔ .... مفہوم آیات ۵۹تا۶۱

جہنم میں اُن کی تلاش ہے جن کا مذاق اُڑایا گیا تھا

کیا عجیب اور عبرت ناک منظر ہو گا جب دونوں گروہ ایک دوسرے پر لعنت بھیجنے کے ساتھ ایک دوسر کے لیے دگنے عذاب کا مطالبہ کررہے ہوں گے۔ پھر اچانک اُن کو خیال آئے گا کہ کل دنیا میں جن اہل ایمان کو یہ لوگ احمق اور ذلیل وخوار سمجھتے تھے وہ کہاں ہیں، وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر حیرت کے ساتھ دیکھیں گے کہ

ان کا جہنم میں کہیں نام و نشان تک نظر نہیں آئے گا، وہ تو ہمیشگی کے باغوں میں شاداں و فرحاں ہوں گے۔

اور وہ کہیں گے، کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو یہاں نہیں دیکھ رہے ہیں جن کو ہم شریر اور فسادی جانتے تھے۔ کیا ہم نے ان [شریفوں] کو محض مذاق کا نشانہ بنایا تھا یا [وہ یہیں کہیں موجود ہیں مگر] نظریں اُن پر اندھی ہیں! بے شک اہلِ دوزخ کی باہمی تو تکار کا یہ منظر ایک سچی اور شُدنی [ہر قیمت پر واقع ہو جانے والی] بات ہے! .... مفہوم آیات ۶۲ تا ۶۴

اے نبیؐ! اِن سے کہہ دو کہ میں تو بس [غیب کی خبروں سے] خبر دار کرنے والا ہوں۔ [میری لائی خبر کو سُن لو کہ] کوئی بھی لائقِ عبادت نہیں مگر ایک یکتا و تنہا اللہ، سب پر غالب اور بڑے قہر والا ہے، وہی آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا مالک و پالن ہار ہے، زبردست بھی ہے اور معاف فرمانے والا بھی۔ [اے نبیؐ اِن سے کہو کہ نادانو!] یہ ایک بڑی خبر ہے جس کو سُن کر تم گال پھلاتے اور منہ پھیرتے ہو۔ .... مفہوم آیات ۶۵ تا ۶۸

اس سورۃ میں بات کو ختم کرنے سے قبل تخلیقِ کائنات کی حقیقی رپورٹ میں سے قصہ آدم و ابلیس کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ پندرہ انبیاء یا اُن کی امتوں کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے، یوں یہ سولھواں ہے۔ یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ ابتدائے آفرینش سے اللہ کے یہاں وہی راندہ درگاہ اور عتابِ الٰہی کا شکار ہوتے ہیں جو تکبر کرتے اور اپنی غلطی پر اصرار کرتے ہیں، آج قریش اِن ہی دونوں خطاؤں کے مرتکب ہو رہے ہیں یہ ابلیس کا رویہ ہے، جب کہ نبیوں کا رویہ جیسا کہ داؤدؑ اور سلیمانؑ کے قصوں میں پہلے واضح کیا گیا ہے کہ غلطی پر اصرار نہیں کرتے بلکہ فوراً پلٹنے والے اور توبہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ آدمؑ کے قصے میں بھی یہی اہم بات ہے [اگرچہ اِس بات کا یہاں تذکرہ نہیں ہے دوسری جگہوں پر ہے] کہ وہ غلطی پر فوراً نادم اور فوراً پلٹنے والے ہوتے ہیں۔ یہاں چوں کہ اہمیت قریش کو اُن کے بے جا تکبرّ اور رسالت و کتاب کے پیہم انکار پر توجہ دلانے کی ہے لہٰذا ابلیس کے رویے کو اجاگر کیا گیا ہے۔

یہاں اس واقعے کے تذکرے سے ایک اور مقصود بھی حاصل ہوتا ہے کہ منکرین کو یہ بتایا جائے کہ محمد ﷺ کے آگے جھکنے [اُنھیں لیڈر ماننے اور رسالت کو تسلیم کرنے] سے، جو تکبرّ تمھیں مانع ہے وہی تکبرّ ابلیس کو بھی آدم کے آگے جھکنے میں مانع ہوا تھا۔ اللہ نے جو مرتبہ آدمؑ کو دیا تھا اس پر ابلیس نے حسد کیا اور اللہ کی عطا اور بخشش کے مقابلے میں سرکشی اختیار کر کے لعنت کا مستحق ہوا۔ اسی طرح آج، جو مرتبہ اللہ نے محمد ﷺ کو نبوت عطا کر کے دیا ہے، اِس پر تم اُس سے جلتے ہو اور اِس بات پر ہرگز آمادہ نہیں ہو کہ جسے اللہ نے اپنا رسول مقرر کیا ہے اس کی اطاعت کرو، اس لیے جو انجام ابلیس کا ہونا ہے وہی آخر کار تمھارا بھی ہونا ہے۔

جب ملائے اعلیٰ میں جھگڑا ہو رہا تھا،اے محمدؐ اُن کو بتاؤ، کہ مجھے اُس وقت کی کوئی خبر نہ تھی۔ مجھ پر تو یہ معلومات اس لیے وحی کی جاتی ہیں کہ میں کھُلا خبر دار کرنے والا ہوں۔ جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹّی سے ایک انسان تخلیق کرنے والا ہوں، پھر جب میں اسے نِک سُک سے بنادوں اور اس میں اپنی رُوح پھُونک دوں تو تم اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔.. مفہوم آیات ۶۹ تا ۷۲

اُس حکم کے مطابق تمام فرشتے سجدے میں گر گئے، مگر ابلیس نے اپنے تکبّر کا اظہار کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔ اللہ نے دریافت کیا کہ اے ابلیس، تجھے کس چیز نے اُس کو سجدہ کرنے سے منع کیا جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے؟ یہ تیری اکڑ ہے یا تُو کوئی برتر چیز ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں اِس سے بہتر ہوں، آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اِس کو مٹی سے۔.. مفہوم آیات ۷۳ تا ۷۶

ڈانٹ پڑی کہ چل نکل یہاں سے، تُو مَردُود ہے اور تیرے اُوپر جزا کے دن تک میری لعنت ہے۔ وہ بولا، اے میرے رب، یہ بات ہے تو پھر مجھے اُس دن تک کے لیے مہلت دے دے جس دن لوگ دوبارہ زندہ کر کے اُٹھائے جائیں گے۔ فرمایا جا، تجھے اُس دن، ایک وقت معلوم تک کی مہلت ہے۔ اس نے کہا کہ تیری عزّت کی قسم! میں اِن سب لوگوں [اولادِ آدم] کو بہکا کر رہوں گا، [اور سب بہک جائیں گے] سِوائے تیرے اُن بندوں کے جنھیں تُو نے خاص کر لیا ہو۔ فرمایا کہ پس حق یہ ہے، اور میں حق ہی کہا کرتا ہوں، کہ میں جہنّم کو تجھ سے اور اُن سب لوگوں سے بھر دُوں گا جو اِن میں سے تیری پیروی کریں گے۔.. مفہوم آیات ۷۷ تا ۸۵

خلاصہ کلام

- سارے سابقہ انبیاء و مصلحین کی طرح نبی ﷺ کی دعوت بھی اپنے مخاطبین سے سوائے قبولِ حق کے کسی چیز کی، کسی اجر کی [آج کی زبان میں نہ نوٹ کی نہ ووٹ کی] طالب نہیں تھی۔

- داعی الی اللہ ہونے کے ناتے میری [محمد ﷺ] شخصیت صرف ایک ناصح کی ہے میں بہروپیا نہیں، میرا ظاہر و باطن ایک ہے۔

- اے منکرین! جان لو کہ جس شخص کا تم آج مذاق اڑا رہے ہیں اور جس کی رہ نمائی قبول کرنے سے تم کو آج سخت انکار ہے، عنقریب وہی تم پر فتح پالے گا اور وہ وقت

دور نہیں ہے جب اسی شہر مکہ میں، جہاں تم اس کو نیچا دکھانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہو، اس کے آگے تم سب سر جھکائے کھڑے اپنے فیصلے کے منتظر نظر آؤ گے۔

اے نبیؐ! اِن سے کہہ دو کہ میں اس کارِ رسالت پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ ہی میں بہروپیا ہوں [تم مجھے جانتے ہو]۔ میرا سارا پیغام تو بس ساری دنیا والوں کے لیے یاد دہانی ہے۔ اور اب زیادہ مدت نہ گزرے گی کہ اس [کی صداقت] کا حال تم پر خود ہی عیاں ہو جائے گا۔..۸۶تا۸۸

☆☆☆☆☆